مُسلّط حکمران کی اطاعت کا مسئلہ

تحریر: محمد شریف چودھری، اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ

تقرر امیر کی اہمیت:

اسلام میں سربراہ مملکت کے لئے خلیفہ 'امام' امیر یا اولوالامر کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ مملکت کے دینی اور دنیاوی امور چلانے کے لئے سربراہ کا تقرر شرعاً بہت ضروری ہے کیونکہ اس کے تقرر کے بغیر ان امور کا چلانا تقریباً ناممکن ہوتا ہے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ کے وصال کے فوراً بعد تدفین سے قبل ہی صحابہ کرامؓ نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو اپنا امیر منتخب کرنا ضروری سمجھا تھا۔

سربراہ کے تقرر کی اسی اہمیت کے پیش نظر ابوالحسن علی الماوردیؒ (م ۴۵۰ھ) کا قول ہے:

"نبوت کی جانشینی کے لئے امامت (کا منصب) ہے تاکہ دین کی حفاظت ہو اور دنیا کا نظام برقرار رہے" (۱)

ابو یعلیؒ (م ۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

"نصبة الامام واجبة" (۲) (تقرر امام واجب ہے)

ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

"جاننا چاہیے کہ ولایت اور امارت دین کے اہم ترین اور عظیم ترین واجبات میں سے ہیں۔ بلکہ دین کا قیام وبقا انہی سے وابستہ ہے۔" (۳)

ابن خلدونؒ (م ۸۰۸ھ) نے سربراہی کے لئے امامت کے بجائے خلافت کا لفظ استعمال کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"خلافت دین کی حفاظت اور دنیا کی سیاست کے لئے صاحب شریعت کی جانشینی ہے۔" (۴)

ابن خلدونؒ تقرر خلیفہ کو ضروری خیال کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

"اس (تقرر خلیفہ) کا وجوب شرع اور صحابہ اور تابعین کے اجماع سے ثابت ہے کیونکہ رحمت عالم ﷺ کی وفات حسرت آیات کے بعد صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کے دفن کرنے سے پہلے یہی کام کیا تھا۔ اور صدیق اکبرؓ کو خلیفہ چن لیا تھا۔ اور تمام ملکی انتظامات

ان کے حوالے کر دئے تھے۔ پھر آپؐ کے بعد ہر زمانہ میں ایسا ہی ہوتا رہا اور لوگوں کو کسی زمانہ میں بھی مطلق العنان اور خلیفہ کے بغیر آزاد نہیں چھوڑا گیا۔ اس اعتبار سے تقرر خلیفہ پر امت کا بھی اجماع ثابت ہوا"(۵)

ابن خلدونؒ سربراہ کا وجود بقائے نوع انسانی کے لئے ضروری خیال کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں :

"انسان کی زندگی باہمی اجتماع و تعاون کے بغیر ممکن ہی نہیں۔۔۔ جب لوگ مل جل کر رہتے ہیں تو آپس میں ایک دوسرے سے معاملات کی ضرورت پیش آتی ہے اور بعض سے بعض کی ضرورت بھی پوری ہوتی ہے اور اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے بعض بعض پر دست تعدی بھی دراز کر بیٹھتا ہے۔۔۔۔ اور بعض بعض پر ظلم کر بیٹھتا ہے اور مظلوم اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے غیظ و غضب اور غیرت کے تقاضا سے برسرپیکار ہو جاتا ہے۔ کیونکہ غیظ و غضب اور غیرت بھی انسانی طبیعت کا خاصا ہے۔ اس لئے ظالم و مظلوم میں تُو تُو مَیں مَیں ہوتے ہوتے جنگ چھڑ جاتی ہے جس سے قتل و غارت گری خون خرابے اور بہت سے لوگوں کی ہلاکت تک کی نوبت آجاتی ہے۔ یہاں تک کہ سلسلہ نوع کے ختم ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ حالانکہ حفاظت نوع حق تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لی ہے۔ معلوم ہوا کہ انسان کے مطلق العنان رہ کر بادشاہ کے بغیر بقاء محال ہے اور بادشاہ کا ہونا بقائے نوع انسانی کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی کو کسی پر ظلم نہ کرنے دے اور ظالم کو اپنی طاقت سے کچل دے۔"(۶)

ابن عابدین کہتے ہیں :

رياسة عامة فى الدين والدنيا	(دینی اور دنیاوی امور چلانے کے لئے حکومت عامہ
خلافة عن النبى ﷺ (۷)	(دراصل) نبی ﷺ کی خلافت (نیابت) ہے)

قیام خلافت کے لئے قرآن وحدیث کا موقف :

قرآن مجید میں قیام خلافت سے متعلق کئی ایک آیات مبارکہ ہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

۱۔ "وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔ اب جو کوئی کفر کرتا ہے تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہے۔(۸)

۲۔ "اور زبور میں ہم نصیحت کے بعد لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے۔۔۔ اس میں ایک بڑی خبر ہے عبادت گزار لوگوں کے لئے"(۹)

۳۔ "پھر ذرا اس وقت کا تصور کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں" انہوں نے کہا "کیا آپ زمین میں کسی ایسے کو مقرر کرنے والے ہیں جو اس کے نظام کو بگاڑ دے گا اور خون ریزیاں کرے گا؟ آپ کی حمد و ثناء کے ساتھ تسبیح اور آپ کے لئے تقدیس تو ہم کر ہی رہے ہیں" فرمایا "بے شک میں جانتا ہوں جو کچھ تم نہیں جانتے۔" (۱۰)

۴۔ "وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض کے مقابلے میں زیادہ بلند درجات دئے تاکہ جو کچھ اس نے تمہیں دیا ہے، اس میں وہ تمہاری آزمائش کرے" (۱۱)

اہل ایمان سے خلافت ارضی کا وعدۂ الٰہی :

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے ان کے لئے خلافت ارضی کا وعدہ کر رکھا ہے، فرمایا :

"اللہ نے وعدہ فرمایا ہے کہ تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ انہیں اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے۔ ان کے لئے ان کے دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا جس اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں پسند کیا ہے۔ اور وہ ان کی (موجودہ) حالت خوف کو امن سے بدل دے گا۔ پس وہ بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔ (۱۲)

صفات و اطاعت امیر :

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی راہنمائی کے لئے حاکم کی صفات بیان فرمائی ہیں اور اس کی اطاعت کا حکم بھی دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے :

۱۔ "یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے نیکی کا حکم کریں گے، برائی سے منع کریں گے اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے" (۱۳)

۲۔ "ان کے نبی نے ان سے کہا کہ ۔۔۔ "اللہ نے طالوت کو تمہارے لئے بادشاہ مقرر کیا ہے" ۔۔۔۔ یہ سن کر وہ بولے ۔۔۔ "ہم پر بادشاہ بننے کا وہ کس طرح حقدار ہے؟ اس کے مقابلے میں بادشاہی کے ہم زیادہ مستحق ہیں۔ وہ تو کوئی بڑا مالدار آدمی نہیں ہے" نبی نے جواب دیا "اللہ نے تمہارے مقابلے میں اسی کو منتخب کیا ہے اور اس کو علمی و جسمانی

دونوں قسم کی اہلیتیں فراوانی کے ساتھ عطا فرمائی ہیں اور اللہ کو اختیار ہے کہ اپنا ملک جسے چاہے دے' اللہ بڑی وسعت رکھتا ہے اور سب کچھ اس کے علم میں ہے۔" (۱۴)

ایک اور مقام پر فرمایا :

۳۔ "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو' اطاعت کرو اللہ کی' اور اطاعت کرو رسول کی' اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں' پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملے میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو' اگر تم واقعی اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔" (۱۵)

اسی طرح نبی کریم ﷺ کے فرمودات سے بھی قیام خلافت کے واضح اشارات ملتے ہیں۔ مثلاً :

۱۔ حضرت امیر معاویہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا :
"یہ امر (خلافت) قریش میں رہے گا۔ اگر کوئی ان سے یہ حق چھینے گا تو اللہ تعالیٰ اسے رسوا کرے گا لیکن اس وقت تک جب تک کہ وہ دین کو قائم رکھیں گے۔" (۱۶)

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا :
"یہ امر (خلافت) اس وقت تک قریش میں رہے گا جب تک دو افراد بھی ان میں باقی رہیں گے۔" (۱۷)

۳۔ حضرت ابوذر غفاریؓ روایت کرتے ہیں کہ میرے دوست (یعنی نبی ﷺ) نے فرمایا :
"اگر تم پر ایک نکٹے حبشی کو بھی امام بنا دیا جائے تو اس کی اطاعت کرتے رہنا" (۱۸)

۴۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا :
"سنو اور اطاعت کرو خواہ تم پر کسی حبشی غلام ہی کو عامل بنایا جائے جس کا سر کشمش کی مانند ہو۔" (۱۹)

خلافت کی اقسام :

خلافت کی دو بڑی اقسام ہیں : خلافت الٰہیہ اور خلافت انبیاء

خلافتِ الٰہیہ زمین پر نیابت الٰہی ہے۔ اس کا بیان بالا ختصار اوپر ہو چکا ہے۔ یہاں خلافتِ انبیاء میں سے مقالے کی ضرورت کے مطابق صرف وہ اقسام بیان کی جائیں گی جن کا تعلق نبی کریم ﷺ کی امت سے ہے۔ اس خلافت کی دو اقسام ہیں :

۱۔ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ ۲۔ خلافت عامہ

خلافت علیٰ منہاج النبوۃ :

اس سے مراد ایسی حکومت ہے جو نبی کریم ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے پر قائم کی گئی ہو۔اسے خلافت راشدہ بھی کہا جاتا ہے۔تمام اہل سنت کے نزدیک خلفائے راشدین سے مراد حضرت ابوبکر صدیق ؓ، حضرت عمر فاروق ؓ، حضرت عثمان غنی ؓ اور حضرت علیؓ ہیں۔انہی حضرات کی خلافت کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے :

"خلافة النبوة ثلاثون سنة"(۲۰) (خلافت نبوت تیس سال ہو گی)

خلفائے راشدین کی اتباع کے بارے میں آپ ﷺ کا فرمان ہے :

"فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء المهديين الراشدين"(۲۱) (تم پر میری سنت اور ہدایت والے خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنا لازم ہے۔)

بعض علماء کے نزدیک حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی خلافت کو بھی خلافت راشدہ میں شمار کیا جاتا ہے اور انہیں پانچواں خلیفہ راشد کہا گیا ہے۔(۲۲)

شاہ ولی اللہؒ نے خلافت راشدہ کو خلافت خاصہ کا نام بھی دیا ہے۔(۲۳)

علماء نے خلیفہ راشد کی خصوصیات کا ذکر بھی کیا ہے۔چنانچہ شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں :

۱۔ خلیفہ مہاجرین اولین میں سے ہو۔

۲۔ بہشت کی بشارت پاچکا ہو۔

۳۔ امت کے اعلیٰ طبقہ سے ہو۔

۴۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے ساتھ ولی عہد کا سا برتاؤ کیا ہو۔

۵۔ رسول اللہ ﷺ سے کئے ہوئے خدا کے وعدے اس کے ہاتھ پر پورے ہوئے ہوں۔

۶۔ وہ اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے لئے کوشاں رہا ہو۔

۷۔ اس کا قول دین میں حجت ہو۔

۸۔ وہ عقلاً و نقلاً تمام امت سے افضل ہو۔(۲۴)

شاہ ولی اللہؒ کے بیان کردہ لوازمات کے حوالے سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ راشد نہیں کہلا سکتے کیونکہ وہ مہاجرین اولین میں سے نہیں ہیں اور نہ ہی نبی ﷺ نے ان کے ساتھ ولی عہد کا سا برتاؤ کیا کیونکہ ان کی ولادت حضور ﷺ کے وصال کے بعد ہوئی یعنی ۶۱ھ میں۔

خلافت عامہ :

خلافت راشدہ کے بعد مسلمانوں میں حکمرانی خلافت سے ملوکیت کی طرف منتقل ہو گئی

کیونکہ خلیفہ کا انتخاب جمہوری کے بجائے موروثی ہو گیا۔ جس کی بنا پر حکمران اپنی شخصی خامیوں کے باوجود برسر اقتدار رہے اور انہیں اضطراری حالت میں خلیفہ تسلیم کیا جاتا رہا۔ فقہاء نے ایسے خلیفہ کے ان احکام کو تسلیم کرنا واجب قرار دیا ہے جو شرع کے موافق ہوں۔ اس بارے میں شاہ ولی اللہؒ بیان کرتے ہیں :

"جب کوئی شخص بغیر (اہل حل و عقد کے) بیعت کیے ہوئے اور بغیر (خلیفہ سابق کے) استخلاف کے خلافت کو لے لے اور سب لوگوں کو تالیف قلب یا جنگ و جبر سے اپنے ساتھ کر لے تو (یہ شخص) خلیفہ ہو جائے گا اور اس کا جو فرمان شریعت کے موافق ہو گا' اس کی بجا آوری سب لوگوں پر لازم ہو گی" (۲۵)

شاہ ولی اللہؒ نے خلافت عامہ کی درج ذیل تعریف بیان کی ہے :

"خلافت (عامہ) وہ ریاست عامہ ہے جو بذریعہ علوم دینیہ کے زندہ رکھنے اور بذریعہ ارکان اسلام کے قائم کرنے' جہاد اور متعلقات جہاد کے قائم رکھنے کے' جیسے لشکروں کا مرتب کرنا' مجاہدین کو وظائف دینا' مال غنیمت کو ان پر تقسیم کرنا اور عہدہ قضاء کے فرائض انجام دینے اور حدود کے قائم کرنے اور مظالم کے دور کرنے اور لوگوں کو اچھے کاموں کا حکم دینے اور برے کاموں سے منع کرنے کیلئے بحیثیت نائب نبی ﷺ کے ہو۔" (۲۶)

قاضی ماوردی (م ۴۵۰ھ) نے بھی اس قسم کے حکمران کو نظریہ ضرورت کے تحت تسلیم کرنے کا مشورہ دیا ہے اور اسے امیر بالاستیلاء کا نام دیا ہے۔ (۲۷)

شاہ ولی اللہؒ کہتے ہیں کہ اس قسم کی خلافت کا انعقاد بوجہ ضرورت ہے اور ایسے خلیفہ کو معزول نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس کے معزول کرنے میں مسلمانوں کی جانیں تلف ہوں گی۔ سخت فتنہ و فساد بپا ہو گا اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ بعد میں آنے والا حکمران پہلے حکمران سے بدتر ہو۔ (۲۸)

خلافت عامہ کی خصوصیات :

شاہ ولی اللہؒ کی درج بالا تعریف سے پتہ چلتا ہے کہ خلافت عامہ کی درج ذیل خصوصیات ہیں :

۱۔ علوم دینیہ کی اشاعت
۲۔ ارکان اسلام کا قائم کرنا
۳۔ جہاد اور متعلقات جہاد کا انتظام کرنا
۴۔ عہدہ قضاء کے فرائض انجام دینا

۵۔ اقامت حدود

۶۔ امر بالمعروف و نھی عن المنکر

۷۔ نیابت رسول ﷺ

اولوالامر کی اقسام :

خلافت راشدہ کے بعد کے حکمرانوں کو امت امیر تسلیم کرتی رہی چاہے وہ لوگوں کے پسندیدہ ہوتے یا ناپسندیدہ۔اس حوالے سے فقہاء نے حکمرانوں کی دو اقسام بیان کی ہیں :

امام بالحق اور امام بالفعل

امام بالحق :امام بالحق ایسا حکمران ہے جو مسلمانوں کا پسندیدہ ہو اور لوگوں کی رائے سے منتخب ہوا ہو یا امیر سابق نے اسے صائب الرائے لوگوں کے مشورے سے نامزد کیا ہو اور وہ کتاب و سنت کے مطابق حکمرانی کے فرائض سرانجام دے۔

امام بالفعل : یہ ایسا حکمران ہوتا ہے جو لوگوں کی رائے سے منتخب نہ ہوا ہو اور نہ ہی اسے امام سابق نے لوگوں کے مشورے سے نامزد کیا ہو۔بلکہ وہ قوت کے بل بوتے پر لوگوں کا حکمران بن گیا ہو۔

ماوردی سربراہ مملکت کو خلیفہ یا امام کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ان کے زمانے میں عباسی خلفاء کمزور اور مسلوب الاختیار ہو چکے تھے اور اقتدار کے اصل مالک سلاطین تھے۔ماوردی سلاطین کو امیر کا نام دیتے ہیں۔ان کے نزدیک امیر یا سلطان دو قسم کا ہوتا ہے :

۱۔ امیر بالاستکفاء ۲۔ امیر بالاستیلاء۔

۱۔امیر بالاستکفاء :"امیر بالاستکفاء ایسا امیر ہوتا ہے جسے امام یا خلیفہ اپنی طرف سے کسی خاص علاقے کا سربراہ مقرر کرتا ہے۔وہ خلیفہ کا نائب ہوتا ہے۔ایسے امیر کو فوج کے اخراجات میں اضافہ کرنے کا حق حاصل نہیں ہوتا۔ہاں فوری ضرورت کے لئے اسے امام سے پیشگی اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔البتہ طویل عرصے کے لئے اخراجات میں اضافہ کرنے یا دشمن سے جنگ کرنے کے لئے اسے امام سے پیشگی اجازت حاصل کرنا ہو گی"(۲۹)

ماوردی مزید بیان کرتے ہیں :

"اگر امیر کا تقرر خود امام کرے تو امام کی موت سے امیر معزول نہ ہو گا"(۳۰)

۲۔امیر بالاستیلاء :ماوردی کہتے ہیں :

"اگر کوئی شخص کسی علاقے پر فوجی وسیاسی برتری حاصل کرلے تو امام (خلیفہ) اس علاقے پر اس کی امارت کو تسلیم کر کے اسے تمام انتظامی وسیاسی اختیارات تفویض کرے گا۔ اس صورت میں امیر مستقل حکمران ہوگا اور اسے امیر بالاستیلاء کہا جائے گا۔" (۳۱)

امیر بالاستیلاء کی دو حیثیتیں :

ماوردی بیان کرتے ہیں کہ امیر بالاستیلاء کی حیثیت دو طرح سے ہے :

۱۔ اگر امیر بالاستیلاء میں امیر بالاستکفاء کی شرائط بھی پائی جائیں تو اسے قطعی طور پر امارت کی اجازت دے دی جائے گی تاکہ وہ خلیفہ کی اطاعت کا دم بھرتا رہے اور مخالفت وعداوت پر آمادہ نہ ہو۔ خلیفہ کی طرف سے امارت کی اجازت ملنے پر دینی حقوق اور احکام امت میں امیر کے تصرفات کو جائز سمجھا جائے گا۔ (۳۲)

۲۔ اگر امیر بالاستیلاء میں امیر بالاستکفاء کی شرائط نہ پائی جائیں تو بھی خلیفہ اس کی امارت کو تسلیم کرنے کا مجاز ہے تاکہ امیر وفادار رہے اور اسے عداوت ومخالفت کا موقع نہ ملے (۳۳)

اولوالامر کی بیان کردہ اقسام کے حوالے سے امیر بالاستکفاء کو امام بالحق اور امیر بالاستیلاء کو امام بالفعل کہا جائے گا۔

شاہ اسماعیل شہید نے امام اور امامت کی وضاحت کے لئے امام کی دو اقسام بیان کی ہیں :

۱۔ امام حقیقی ۲۔ امام حکمی (۳۴)

امام حقیقی : شاہ اسماعیل شہید امام بالحق کو امام حقیقی کا نام دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں :

"امام حقیقی کی ذاتِ بابرکات میں نبوت تامہ کی صفت رکھی گئی ہے۔ وہ اپنے ہوائے نفس کو پس پشت ڈالتے ہوئے محض رضائے ربانی کو قبلہ همت بناتا ہے اور اپنے لذائذ کے استفادہ سے بالکل پاک اور اپنے مولا کی رضا طلب کرنے میں چست وچالاک ہوتا ہے" (۳۵)

امام حکمی : شاہ اسماعیل شہید امام بالفعل کو امام حکمی کا نام دیتے ہیں۔ وہ اس کی یوں تعریف کرتے ہیں :

"امام حکمی کئی ایک مقتضیات نفسانیہ سے مبرا نہیں رہ سکتا اور نہ ہی علائق ماسوی اللہ سے بری ہو سکتا ہے۔ بنابریں مال ومنال، جاہ وجلال کے حصول، اخوان واقران پر فوقیت اور امصار وبلدان پر تسلط کی آرزو، دوستوں اور قرابت داروں کی پاسداری، مخالفین واعداء کی

بد خواہی اور لذات جسمانیہ اور مرغوبات نفسانیہ کے حصول کا خیال اس کے دل میں رہتا ہے۔ بلکہ امور مذکورہ کو ہر ممکن حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور سیاست کو اپنے مقاصد کے حصول کا ذریعہ بناتا ہے۔(۳۶)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ فقہاء نے امام بالحق اور امام بالفعل کو مختلف اصطلاحات و اسماء سے موسوم کیا ہے۔

امام بالفعل یا مسلط حکمران کو برداشت کرنا:

امام بالفعل یا مسلط حکمران کو اضطراری حالت میں برداشت کیا جائے گا۔ اس بارے میں نبی کریم ﷺ کے ارشادات گرامی ہماری راہنمائی کرتے ہیں۔ مثلاً:

۱۔ حضرت عوف بن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے حاکموں میں بہتر حاکم وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں، جن کے لئے تم دعا کرو اور وہ تمہارے لئے دعا کریں۔ اور بدترین حاکم وہ ہیں جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے بغض رکھیں، تم ان پر لعنت کرو اور وہ تم پر لعنت کریں۔ عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم ان سے تلوار سے مقابلہ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں جب تک وہ تم میں نماز قائم رکھیں۔ البتہ تم اپنے حاکموں کی ایسی بات دیکھو جسے تم برا سمجھتے ہو تو اس عمل کو برا خیال کرو لیکن اطاعت سے ہاتھ نہ اٹھاؤ۔(۳۷)

۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"عنقریب حق تلفیاں بھی ہوں گی اور ایسی باتیں بھی جنہیں تم ناپسند کرو گے" صحابہؓ نے عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ ایسے حالات میں ہمارے لئے آپ کا کیا حکم ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا "تم وہ حق ادا کرو جو تمہارے ذمے ہے اور جو تمہارا حق ہے (اگر حاکم اسے ادا نہ کرے تو) وہ اللہ سے مانگو (کہ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت دے)(۳۸)

اگر کوئی حکمران نفاذ کے وقت عادل تھا مگر بعد میں غیر عادل ہو گیا لیکن اسے قوت و غلبہ حاصل رہے تو اس کی قوت اور طاقت کے پیش نظر اس کی اطاعت مسلمانوں پر واجب ہو گی اور اس کے خلاف خروج جائز نہ ہو گا۔ اس بارے میں نبی کریم ﷺ نے مختلف مواقع پر مختلف ارشادات فرمائے۔ مثلاً

۱۔ حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "قریب ہے کہ تم پر امیر مقرر

ہوں۔ تم ان کے اچھے کام بھی دیکھو گے اور برے کام بھی۔ پھر جو کوئی برے کام کو پہچان لے وہ بری ہوا اور جس نے برے کام کو برا جانا وہ بھی بچ گیا مگر جو برے کام سے راضی ہوا اور اس کی پیروی کی (وہ تباہ ہو گیا) صحابہ کرامؓ نے عرض کیا "اے اللہ کے رسول! کیا ہم ایسے امیروں سے لڑائی نہ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا "نہیں جب تک وہ نماز پڑھیں" (۳۹)

۲۔ حضرت عبادہؓ بن صامت سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں بلایا۔ پھر ہم نے آپ ﷺ سے بیعت کی۔ آپ ﷺ نے جن باتوں کی ہم سے بیعت لی وہ یہ ہیں کہ ہم بیعت کرتے ہیں اس بات پر کہ ہم اپنی خوشی سے 'اپنی ناپسند سے' تنگ دستی میں 'خوشحالی میں اور اپنے اوپر ترجیح دئے جانے کی صورت میں حکم سنیں گے اور اطاعت کریں گے۔ اور حکومت کے لئے حکموں سے نزاع نہیں کریں گے مگر اعلانیہ کفر پر' جس پر اللہ کی طرف سے دلیل ہو (۴۰)

۳۔ حضرت مقدادؓ بن اسود سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: قسم ہے اللہ کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "نیک بخت وہی ہے جو فتنوں سے الگ رہے۔۔ الخ۔ تین دفعہ یہ جملہ دہرانے کے بعد فرمایا اور جو پھنس جائے اور صبر کرے تو اس کی اچھائی کے کیا کہنے" (۴۱)

۴۔ حضرت حذیفہؓ بن الیمان سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "(فتنوں کے زمانے میں) اگر ملک میں خلیفہ ہو پس وہ اللہ کے قوانین نافذ کرتا ہو تو اس کی اطاعت کر خواہ وہ تیری پیٹھ توڑ دے اور تیرا مال چھین لے اور اگر خلیفہ نہ ہو تو جنگل میں کسی درخت کی جڑ چبا چبا کر مر جا۔ (یہ اس سے بہتر ہے کہ تو فتنوں میں حصہ لے) (۴۲)

امام بالفعل کی اطاعت کے سلسلے میں فقہائے اسلام نے بھی مسلمانوں کی رہنمائی کی ہے۔ امام السرخسیؒ کا بیان ہے:

۱۔ "جب مسلمانوں میں فتنہ ظاہر ہو تو ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اس فتنہ سے الگ رہے اور گھر میں بیٹھ رہے۔ یہ رائے امام ابو حنیفہؒ کی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو شخص فتنہ سے بھاگا' اسے اللہ نے آگ سے بچا لیا۔" (۴۳)

۲۔ ابن تیمیہؒ بیان کرتے ہیں:

"حکمران جب صاحب قوت ہو اور اسے اقتدار سے ہٹانا کسی فتنے کے بغیر ممکن نہ ہو اور اسے اقتدار سے علیحدہ کرنے پر ایسا فساد عظیم پیدا ہو جاتا ہو جو اس کے قائم رہنے سے بڑا ہو' تو یہ

جائز نہیں کہ چھوٹے مفسدہ کو رفع کرنے کے لئے بڑے مفسدہ کو اختیار کیا جائے" (۴۴)

۳۔ ابو زہرہ' امام احمد بن حنبل کے بیان کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں :

"امام وقت اور خلیفہ قائم (مسلط) خواہ وہ فاسق و فاجر ہو یا نیکوکار اور پرہیز گار' اس کی اطاعت واجب ہے۔ وہ جب مسند خلافت پر اس طرح متمکن ہوا ہو کہ لوگ اس کی امامت پر جمع ہو گئے ہوں اور اس سے راضی ہوں یا وہ بزور شمشیر خلیفہ بن بیٹھا ہو اور لوگ اسے امیر المؤمنین کہنے لگے ہوں' تو کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ ان ائمہ اور خلفاء پر طعن کرے یا اس بارے میں منازعت کرے۔ ان کی خلافت میں صدقات کا پیش کرنا جائز اور نافذ ہے۔ ان کے یا ان کے نامزد کئے ہوئے شخص کے پیچھے جمعہ کی نماز پڑھنا جائز ہے" (۴۵)

۴۔ محمد اسحاق صدیقی نے فقہائے اسلام کے متغلب یا مسلط حکمران کے وجود کو تسلیم کرنے کے نقطہ نظر کی وضاحت یوں کی ہے :

"خلافت کی صحیح صورتِ انعقاد دوسری چیز ہے اور کسی کی خلافت کو تسلیم کر لینا ایک دوسری شے ہے۔ صحیح انعقاد کا تو یہ مفہوم ہے کہ خلافت ایسے طریقے سے اور ایسے شخص نے پائی جو اسلامی نقطہ نظر سے صحیح و جائز طریقہ اور اہلیت رکھنے والا شخص ہے۔ اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ نہ خلیفہ عاصی (گنہگار) ہوتا ہے اور نہ اس کے معاونین' لیکن صحیح تسلیم کر لینے کا مطلب فقط یہ ہے کہ مسلمان اس سے تعلق رکھ سکتے ہیں۔ مثلاً اس کو زکوٰۃ ادا کر سکتے ہیں۔ عام حالات میں اس کے خلاف جنگ و جدل نہیں کر سکتے۔ ہو سکتا ہے کہ کسی شخص کی خلافت غلط طریقہ سے یعنی غیر اسلامی طریقہ سے منعقد ہوئی ہو لیکن اسلام محض کسی ضرورت کی بنا پر فتنہ کو روکنے اور اس سے بچنے کے لئے مسلمانوں کو حکم دے کہ اس کی خلافت کو تسلیم کر لو تاکہ اجتماع قائم رہے اور جمیعت میں پراگندگی نہ پیدا ہو۔ اس کو تسلیم کر لینے کا مفہوم فقط یہ ہوگا کہ اس خلیفہ کو محاصل وغیرہ ادا کرتے رہو اور جائز امور میں اس کی امداد کرتے رہو' مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کی خلافت جس طریقہ سے منعقد ہوئی ہے اس کو اسلام نے جائز تسلیم کر لیا۔ اس مسئلہ کی مثال میں بیع فاسد کو پیش کر سکتے ہیں۔ بیع فاسد سے مشتری کو مبیع کی ملکیت حاصل ہو جاتی ہے' لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ یہ بیع اسلامی طریقہ پر واقع ہوئی ہے۔ استیلاء کی یہ دوسری صورت' انعقاد خلافت کی اسلامی صورت نہیں ہے۔ یعنی اسلام نے انعقاد خلافت کے لئے یہ

طریقہ مقرر نہیں کیا ہے، نہ اس کو اسلام نے صحیح سمجھا ہے، البتہ اگر اس صورت سے کوئی شخص خلافت واقتدار حاصل کرلے تو یقیناً اس کو اپنی جگہ سے ہٹانے میں فتنہ عظیم ہوگا اور مسلمانوں کی جماعت میں تشتت وپراگندگی پیدا ہوگی۔ اس فتنہ سے بچنے کے لئے اسلام اپنے متبعین کو ہدایت کرتا ہے کہ بضرورت اور بقدر ضرورت اس کی خلافت کو تسلیم کرلیں۔ بقدر ضرورت کا مطلب یہ ہے کہ صرف جائز احکام کی تعمیل کریں، خلاف شریعت احکام کی تعمیل نہ کریں اور مناسب حالات میں اسے معزول کردیں"(۴۶)

اس بیان سے متغلب حکمران کے خلاف خروج کا واضح اشارہ بھی ملتا ہے۔

ظہور تسلط کے تاریخی شواہد :

تاریخ اسلام میں ظہور تسلط کے بہت سے نظائر ملتے ہیں مگر یہاں مقالے کی تحدید کے پیش نظر صرف ان دو واقعات کو بیان کیا جائے گا جو خلافت راشدہ کے بعد پہلی صدی میں رونما ہوئے اور ان سے امت کے سیاسی معاملات پر گہرے اثرات مرتب ہوئے۔

ظہور تسلط کے ان تاریخی شواہد کو ہم دو عنوانات کے تحت زیرِ بحث لائیں گے :

۱۔ پہلا سیاسی انقلاب ۲۔ پہلا مسلط خلیفہ

۱۔ پہلا سیاسی انقلاب

حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ خلافت میں تاریخ اسلام میں سب سے پہلا سیاسی انقلاب اس وقت رونما ہوا جب انہوں نے بوجوہ اپنے بیٹے یزید کیلئے ولی عہدی کی بیعت لی۔ اس سے خلافت اسلامیہ میں جمہوری کی بجائے موروثی کی راہ ہموار ہوئی۔ جس سے اس کی اصل روح ہی بدل گئی۔ لوگوں کے ذہنوں میں خلافت اسلامیہ کا جو تصور موجود تھا، وہ پاش پاش ہوگیا۔

ابن خلدونؒ ایک بلند پایہ مؤرخ ہیں۔ وہ تاریخ اور فلسفہ تاریخ کے ماہر ہیں اور تاریخی حقائق پیش کرنے میں افراط و تفریط سے گریز کرتے ہیں۔ تاریخ سے متعلق کئی مسائل پر ان کی رائے کو فائق خیال کیا جاتا ہے۔

خلافت یزید کے بارے میں انہوں نے اپنے مقدمہ تاریخ میں درج ذیل مؤقف اختیار کیا ہے :

i۔ یزید کے بارے میں صحابہ کی دو جماعتیں

ابن خلدون کہتے ہیں :

"جب یزید فسق و فجور میں مبتلا ہوا تو صحابہ کرامؓ نے اس بارے میں مختلف آراء قائم کیں۔ کسی نے اس کی بیعت توڑ کر اس سے جنگ کا ارادہ کر لیا۔ جیسا کہ امام حسینؓ اور عبد اللہ بن زبیرؓ اور ان کے ماننے والوں نے کیا۔ لیکن بعض یہ سوچ کر جنگ کے ارادہ سے باز رہے کہ اس سے ملک میں فتنہ برپا ہو جائے گا اور ناحق لوگوں کا کثرت سے خون ہو گا۔" دونوں جماعتیں مجتہد تھیں اور دونوں میں سے کسی کو بھی برا نہیں کہا جا سکتا"(۴۷)

ii۔ **اکثر صحابہؓ یزید سے جنگ کرنے کے خلاف تھے**

ابن خلدونؒ کا کہنا ہے :

"دیگر صحابہ کرامؓ جو حجاز میں اور شام و عراق میں یزید کے پاس تھے اور ان کے ماننے والے اس بات پر متفق تھے کہ یزید سے 'اگرچہ کہ وہ فاسق ہے' جنگ ناجائز ہے۔ کیونکہ جنگ باعث فتنہ و خونریزی ثابت ہو گی۔ چنانچہ وہ جنگ سے باز رہے۔ انہوں نے اس سلسلہ میں نہ امام حسینؓ کی موافقت کا اظہار کیا نہ مخالفت کا۔۔۔۔۔۔۔ خود امام حسینؓ اپنی فضیلت اور استحقاق خلافت پر کربلا میں انہی صحابہ کرامؓ کو بطور شہادت پیش کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میرے فضل و استحقاق کے بارے میں جابرؓ بن عبد اللہ' ابو سعید خدریؓ انسؓ بن مالک' سہلؓ بن سعید اور زیدؓ بن ارقم وغیرہ سے پوچھ لو۔ آپؓ نے اپنا ساتھ نہ دینے پر ان پر کوئی نکتہ چینی نہیں کی"(۴۸)

iii۔ **امام حسینؓ کی شہادت کی ذمہ داری یزید پر ہے**

ابن خلدون کہتے ہیں :

"یہ بھی ذہن نشین کر لیجئے کہ یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ جیسے صحابہ کرامؓ نے اپنے اجتہاد سے امام حسینؓ کا ساتھ نہیں دیا' اسی طرح آپؓ کی شہادت بھی اجتہاد ہی سے واقع ہوئی۔ حاشا و کلا یہ بات نہیں ہے۔ آپؓ کی شہادت کی ذمہ داری محض یزید پر اور اس کے ساتھیوں پر ہے"(۴۹)

ولی عہدی یزید کے بارے میں ابن خلدون کے مقدمہ تاریخ کے مطالعہ سے جو باتیں مترشح ہوتی ہیں' وہ یہ ہیں :

i) صحابہ کرامؓ کی کثیر تعداد دلی طور پر یزید کو ناپسند کرتی تھی۔ کیونکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا زمانہ دیکھا تھا۔ پھر ان کے پیش نظر مدینہ طیبہ کا پاکیزہ ماحول تھا اور تقویٰ کے حوالہ سے

یزید کسی طور بھی بحیثیت حکمران ان کے لئے قابل قبول نہ تھا۔

ii) یزید کے خلاف خروج بہت کم لوگوں نے کیا۔ خاموش رہنے والے صحابہؓ لوگوں کا خون بہانے سے گریزاں تھے اور وہ یزید کے لئے ہدایت کی دعا کرتے تھے یا پھر اس سے نجات حاصل کرنے کے خواہاں تھے۔

iii) طاقتور اہل شام اور قریش کا مضری عنصر یزید کے ساتھ تھا۔ اس لئے تنازع کی صورت میں ان لوگوں کا مقابلہ کرنا عوام الناس کے لئے آسان نہ تھا۔

خلافت یزید کے اثرات

حضرت امیر معاویہؓ نے اپنی زندگی ہی میں اپنے فرزند یزید کے لئے بیعتِ خلافت لے کر اس غیر جمہوری طریقے کو ایسا استوار کر دیا کہ آج تک اس کی تقلید جاری و ساری ہے۔ ان کے اس اقدام سے خلافت ایک خاندانی ورثہ بن گئی۔ اس بارے میں سعید اکبر آبادی لکھتے ہیں :

"اگرچہ بنو امیہ کے حکمرانوں نے اپنے لئے لفظ "خلیفہ" کو اختیار کیا مگر در حقیقت "خلافت" تو اس وقت ختم ہو چکی تھی اور یہ لفظ محض ایک اصطلاح بن کر رہ گیا۔"(۵۰)

وہ مزید بیان کرتے ہیں :

"یزید کی حکومت اگرچہ قائم ہو گئی مگر اسلام کے اجتماعی نظام سیاست پر اس کا گہرا اثر ہوا۔ لوگوں نے اسے قبول کر لیا تو ان کی اولادوں کے ذہنوں میں یہ بات داخل ہو گئی کہ خلیفہ خواہ کیسا ہی ہو، اس کی اطاعت کر لینی چاہیے۔ چنانچہ اس طرز حکومت کا سب سے زیادہ المناک نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان ہمیشہ کے لئے خلافت راشدہ کے وجود سے محروم ہو گئے اور خلافتِ راشدہ کا قیام ہر ذی تصور مسلمان کے لئے ایک خواب کی طرح ہو گیا۔ ہر مسلمان کی چشم تمنا پھر اسی روح پرور نظام حکومت کو دیکھنے کے لئے نرگس کی طرح وا ہے۔ مگر وہ نظام حکومت لوٹ کر نہیں آرہا۔"(۵۱)

پہلا مسلط حکمران

تاریخ اسلام میں سب سے پہلا مسلط حکمران ابو العباس عبداللہ السفاح تھا۔ جو عباسی دور کا پہلا خلیفہ تھا۔ اس کی خلافت کا زمانہ ۱۳۔ ربیع الاول ۱۳۲ھ سے ۱۲۔ ذوالحجہ ۱۳۶ھ تک تھا۔ اس کی حکومت کے حصول کا مختصر حال درج ذیل ہے۔

عباسی تحریک

بنی امیہ کے دور حکومت میں عباسی تحریک ہشام بن عبدالملک (م۱۲۵ھ) کے عہد ہی میں شروع ہوگئی تھی۔ولید بن یزید بن عبدالملک (م۱۲۶ھ) کے عہد میں یہ تحریک زوروں پر تھی۔اس کے عہد میں یمنی اور مضری تعصب نہایت شدت سے ابھرا اور اس وجہ سے خراسان کے علاقے میں خانہ جنگی میں عباسیوں کے اقتدار کی خاطر ابو مسلم خراسانی (م۱۳۶ھ) نے بھر پور فائدہ اٹھایا۔اس نے بغیر کسی بڑی جنگ کے خراسان پر قبضہ کرلیا۔اس کے بعد اموی حکومت عوامی حمایت سے محروم ہوگئی۔اور معرکہ زاب میں آخری اموی خلیفہ مروان ثانی (م۱۳۲ھ) کی شکست پر اموی حکومت کا خاتمہ ہوگیا اور عباسیوں نے بزور قوت اپنی حکومت قائم کرلی۔اس طرح تاریخ اسلام میں عبداللہ السفاح پہلا مسلط (زبردستی مسلط) حکمران بنا۔جس نے عباسی حکومت کی بنیاد رکھی۔سفاح کی ذاتی اور حکومتی خوبیاں اور خامیاں الگ موضوع ہے۔

تہذیب وتمدن کی ترقی کے لحاظ سے عباسی دور اگرچہ تاریخ اسلام میں مجموعی طور پر شان وشوکت کا دور ہے مگر سیاسی حوالے سے اس دور کے اواخر میں یہ رخنہ پڑگیا کہ خلیفہ کی موجودگی میں اقتدار کے اصل مالک امراء یا سلاطین بن گئے جو دراصل مسلط حکمران تھے۔اس لئے مقالے کے عنوان کی مناسبت کے حوالے سے ذیل میں لفظ "سلطان" اور دور سلاطین کے بارے میں چند معروضات پیش کی جاتی ہیں۔

سلطان

لفظ "سلطان"، دلیل، قوت، غلبے اور طاقت کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔جیسے قرآن مجید میں ہے:

i۔ انہ لیس لہ سلطان علی الذین امنوا(۵۲)
(بے شک اس کا زور نہیں چلتا ان لوگوں پر جو ایمان رکھتے ہیں)

ii۔ یمعشرالجن والانس ان استعطتم ان تنفذوامن اقطارالسموٰت والارض فانفذوا لاتنفذون الابسلطن"(۵۳)
(اے گروہ جن وانس !اگر تم طاقت رکھتے ہو تو آسمانوں اور زمین کی حدوں سے نکل جاؤ۔تم نہیں نکل سکتے سوائے طاقت کے استعمال کے)

iii۔ "وماکان لناعلیکم من سلطان"(۵۴)
(اور ہمارا تم پر کچھ زور نہ تھا)

درج بالا تینوں آیات میں لفظ "سلطان" قوت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ حدیث مبارکہ میں لفظ "سلطان" حکمران کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے۔ جیسے حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے :

i۔ فالسلطان ولی من لا ولی له "(۵۵) (جس کا کوئی ولی نہ ہو اسکا ولی سلطان (حکمران) ہوتا ہے)

ii۔ افضل الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر (۵۶) (بہترین جہاد جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے)

اسی طرح حدیث میں حج سے مانع امور میں بھی لفظ "سلطان" بمعنی صاحبِ اقتدار یا حکمران استعمال ہوا ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے :

اوسلطان جائر اور مرض حابس (۵۷) یا جابر حکمران یا روکنے والا (مہلک) مرض

ابن خلدون لفظ سلطان کی یوں تعریف کرتے ہیں :

"معاشرتی زندگی کے لئے جن قوانین سیاسیہ کی احتیاج ہے' وہ اس قسم کے شخص کے وجود کا تقاضا کرتے ہیں جو لوگوں کی اصلاحات میں گہری دلچسپی لے اور انہیں شرارت و بد کرداری اور جور و تعدی سے اپنے ڈنڈے سے روک دے۔ اسی کو عوام بادشاہ' ملک یا سلطان کہتے ہیں" (۵۸)

لفظ سلطان کے بارے میں دائرۃ المعارف کا مصنف لکھتا ہے :

"سلطان ایک لقب بھی ہے جو پہلے پہل چوتھی صدی ہجری / گیارہویں صدی عیسوی میں دیکھنے میں آتا ہے۔ اور اس کا مفہوم ہے کوئی طاقتور حکمران' کسی علاقے کا خود مختار فرمانروا۔ (بعد میں یہ لقب عائدین سلطنت کو بھی دیا جانے لگا)" (۵۹)

دور سلاطین

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ جب خلفاء اپنی ذاتی خامیوں کی وجہ سے کمزور ہو گئے تو مسلط حکمران ظاہر ہوئے۔ ان میں سے کئی ایک نے اپنے لئے "سلطان" کا لقب اختیار کیا۔ عباسی دور کے وسیع و عریض رقبے میں ایک ہی وقت میں ایک سے زیادہ مسلط حکمران مختلف علاقوں پر حکومت کرتے تھے۔ اس دور کے ایسے امراء سلاطین کی اہم خود مختار ریاستیں درج ذیل تھیں :

طاہریہ ۸۲۰ء تا ۸۷۲ء

صفاریہ	۸۶۷ء	تا	۹۰۳ء
سامانیہ	۸۴۴ء	تا	۹۹۹ء
آل حمدان	۹۰۵ء	تا	۱۰۰۳ء
دیالمہ	۹۳۳ء	تا	۱۰۵۵ء
آل بویہ	۹۴۵ء	تا	۱۰۵۵ء
غزنویہ	۹۶۲ء	تا	۱۱۸۶ء
سلاجقہ	گیارہویں صدی عیسوی تا تیرہویں صدی عیسوی		

عباسی دور میں جب خلفاء مسلوب الاختیار ہو گئے اور ان کے مقابلے میں سلاطین (مسلط حکمران) طاقتور ہو گئے تو فقہاء نے قانون مجبوری (نظریہ ضرورت) کے تحت ایسے سلاطین کی خاطر ان کے جواز اقتدار کے لئے مختلف اصطلاحات وضع کیں۔ جیسے ماوردی نے ایسے طاقتور فرمانرواکو امیر بالاستیلاء کا نام دیا ہے۔(۴۰)

قاضی ماوردی امام یا خلیفہ کو سربراہ اور سلطان کو خلیفہ کا نائب یا ماتحت قرار دیتے ہیں۔ اس تناظر میں وہ امیر بالاستیلاء پر درج ذیل امور لازم قرار دیتے ہیں۔ ان کے مطابق وہ (امیر بالاستیلاء):

۱۔ منصب امامت میں خلافت نبوی اور تدابیر ملی باقی رکھے تاکہ موجبات شرعیہ اور جو احکام ان پر متفرع ہوتے ہوں، محفوظ رہیں۔

۲۔ دینی اطاعت پر پختگی سے عامل رہے کہ امام کے برخلاف ہونے کا شبہ نہ ہو اور نہ اس سے علیحدگی کا گنہ گار ہو۔

۳۔ امام کے ساتھ عقیدت مندانہ مراسم رکھے اور ہمیشہ اعانت و نصرت پر آمادہ رہے تاکہ مسلمانوں کو غیروں پر شرکت و دبدبہ حاصل ہو۔

۴۔ حقوق دینیہ کی عقود، احکام اور فیصلے نافذ رکھے۔ نہ کسی فساد کی بنا پر عقود کو باطل کرے اور نہ معاہدات کو کسی خلل کی وجہ سے بے کار ٹھہرائے۔

۵۔ شرعی محاصل کی وصولی اس طرح کرے کہ ادا کرنے والے اپنے فرض سے سبکدوش ہو جائیں اور لینے والوں کو جائز ہوں۔

۶۔ حدود کو شرعی حقوق کے لئے ایسے لوگوں پر جاری کرے جو ان کے واقعی مستوجب ہیں۔ بے شک مومن کا پہلو جائے امن ہے مگر نہ خداوندی حقوق اور حدود سے۔

۷۔ دین کا حافظ و ناصر اور ممنوعات شرعیہ سے محترز ہے۔ اگر لوگ دین کی اطاعت کرتے ہوں تو ان کو حقوق دینی کی تعلیم دے اور اگر دین سے منحرف ہوں تو اس کی طرف دعوت دے۔(۶۱)

تاریخ اسلام میں مسلط حکمرانوں کے غلبہ کے بہت زیادہ واقعات موجود ہیں۔ یہاں صرف عباسی دور کے فقط تین واقعات کا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔ جن میں ان حکمرانوں کا خلفاء پر غلبہ اور تسلط عیاں ہوتا ہے۔

۱۔ توزون (م ۳۳۴ھ) ایک سرکش ترک سردار تھا۔ اس نے مال کا لالچ دے کر لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور موصل کا رخ کیا۔ خلیفہ متقی ان دنوں اپنے ایک امیر سیف الدولہ (م ۳۵۶ھ) کے ہمراہ موصل میں تھا۔ آئے دن کی لڑائیوں سے تنگ آکر خلیفہ متقی نے موصل بھی چھوڑ دیا اور بنی حمدان کے پاس رقہ چلا گیا۔

موصل کے بعد توزون نے بغداد پر بھی قبضہ کر لیا اور خلیفہ متقی کو امان لکھ کر بھیج دی تاکہ وہ رقہ سے بغداد آجائے۔ اس پیش کش پر خلیفہ بہت خوش ہوا۔ جب خلیفہ بغداد پہنچا تو توزون خلیفہ کو اپنے خیمہ میں لے گیا اور اس کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھرا دیں جس سے اس کی بینائی جاتی رہی۔ بعد میں اس نے خلیفہ کو معزول کر دیا۔ یہ واقعہ ۳۳۲ھ کا ہے۔(۶۲)

۲۔ علی، حسن اور احمد تینوں بھائی آلِ بویہ میں سے تھے۔ تینوں حکومت و سرداری حاصل کر چکے تھے۔ ان میں سے احمد نے معزالدولہ کا لقب اختیار کیا۔ اس نے بغداد پر پورے قہر و غلبہ سے حکومت کی۔ ان دنوں مستکفی عباسی خلیفہ تھا۔ مستکفی کی کمزوری اور بے بسی عام تھی۔ معزالدولہ کو معلوم ہوا کہ خلیفہ مستکفی اس کے خلاف کوئی سازش کر رہا ہے۔ اس نے یہ بات ذہن میں رکھی اور خلیفہ کو سبق سکھانے کا ارادہ کر لیا۔ اس کے لئے دربار عام منعقد کیا گیا۔ معزالدولہ نے سر عام دو دیلمیوں کو اشارہ کیا کہ وہ خلیفہ کی خبر لیں۔ وہ آگے بڑھے، خلیفہ سمجھا کہ دست بوسی کے لئے آگے بڑھے ہیں، اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ دیلمیوں نے وہی ہاتھ پکڑ کر خلیفہ کو تخت سے نیچے کھینچا اور گرفتار کر لیا۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ وہ مسلط حکمران کے سامنے خلیفہ کی مدد کرتا۔ معزالدولہ اسی وقت سوار ہو کر اپنے گھر چلا گیا۔ دیلمی خلیفہ کو اس کے

سامنے لائے اور پھر اس کی آنکھ نکال کر قید کر دیا۔ یہ واقعہ ۳۳۴ھ کا ہے۔(۶۳)

۳۔ دیالمہ' خلفاء پر اس قدر غالب تھے کہ اصل حکمران وہی سمجھے جاتے تھے۔ خلیفہ کی حیثیت برائے نام رہ گئی تھی۔ کیونکہ سلاطین اپنا ولی عہد بھی خود مقرر کرتے تھے۔ بغداد میں دیالمہ کا پہلا سلطان معزالدولہ اور دوسرا عزالدولہ تھا۔ ۳۶۲ھ میں عزالدولہ نے اپنے غلبہ کو اس قدر استعمال کیا کہ خلیفہ مطیع اللہ کا نام خطبے سے نکلوا دیا۔ اس پر خلیفہ نے بہت رنج و ملال کا اظہار کیا۔ عزالدولہ نے خلیفہ سے ناراض ہو کر خلیفہ کی تنخواہ بند کر دی۔ خلیفہ کو اپنے گھر کا اثاثہ فروخت کر کے گزر اوقات کرنا پڑی۔ بے اختیار ہونے کی وجہ سے خلیفہ مطیع للہ کو شیخ الفاضل کہا جاتا تھا۔ خلیفہ مطیع نے محرم ۳۶۲ھ میں بمقام واسط وفات پائی (۶۴)

سلاطین کا اقتدار کسی نہ کسی صورت میں عثمانی خلافت کے اختتام تک رہا۔ جب ۱۹۲۴ء میں ترکی کے مصطفےٰ کمال اتاترک نے سرے سے عہدہ خلافت ہی ختم کر دیا۔

دور حاضر میں مسلمانوں کی مسلط حکومتیں

آج کل کرۂ ارضی پر خود مختار' نیم خود مختار اور مقبوضہ مسلم ریاستوں کی تعداد ساٹھ سے متجاوز ہے۔ اب توان کی حدود علامہ اقبال کی بیان کردہ حدود یعنی "نیل کے ساحل سے لیکر تابخاک کاشغر" سے بھی ماوراء ہیں۔ کیونکہ اب اسلامی ممالک مشرق بعید' مشرق اوسط' شمالی افریقہ صحارا افریقہ' یورپ اور وسط ایشیا تک وسعت پذیر ہیں۔

ذیل میں معروف مسلط اور غیر مسلط مسلم حکومتوں کا مختصر سا جائزہ پیش کیا جاتا ہے :

۱۔ وطن عزیز پاکستان میں آج کل فوجی حکومت ہے اور ملک کا فوجی سربراہ چیف ایگزیکٹو کہلاتا ہے

۲۔ بعض اسلامی ممالک میں شخصی یا خاندانی حکومتیں قائم ہیں۔ مثلاً سعودی عرب' قطر' بحرین' متحدہ عرب امارات وغیرہ۔

۳۔ بعض اسلامی ممالک میں اگرچہ انتخابات کے ذریعے حکومتیں بنتی ہیں مگر یہ حکومتیں بڑی حد تک شخصی حکومتوں جیسی ہی ہیں۔ مثلاً شام' عراق' عمان' اردن اور لیبیا وغیرہ۔

۴۔ بہت سے اسلامی ممالک میں خالص جمہوری حکومتیں قائم ہیں جہاں یہ انتخابات کے ذریعے بدلتی بھی رہتی ہیں اور ان کے قیام میں جمہوری روح کارفرما ہے۔ ایسے ممالک

میں ترکی، ایران، افغانستان، بنگلہ دیش، یمن، سوڈان، مراکش، ماریطانیہ، تنزانیہ، آذربائی جان، تاجکستان اور قازقستان وغیرہ شامل ہیں۔

۵۔ بعض اسلامی ممالک نیم خود مختار ہیں۔ مثلاً مشرقی ترکستان، انگشتیہ اور داغستان۔

۶۔ بعض اسلامی ممالک ابھی تک مقبوضہ ہیں جیسے فلسطین، مقبوضہ کشمیر، اور چیچنیا وغیرہ۔

اب ذیل میں مسلط حکمرانوں کے حوالے سے اسلامی ممالک کی حکومتوں کا مختصر جائزہ لیا جاتا ہے۔

آج کل پاکستان میں اقتدار اصطلاحی طور پر اگرچہ مسلط حکمرانوں کے ہاتھوں میں ہے مگر ان کی حکومت ماضی کی فوجی حکومتوں کی طرح مارشل لائی حکومت بھی نہیں ہے کیونکہ اس وقت عوام کو تو ملک میں بڑی حد تک آزادی اور بنیادی انسانی حقوق حاصل ہیں۔ کئی اسلامی ممالک کی شخصی اور خاندانی حکومتوں میں عوام کو کئی قسم کے بنیادی حقوق میسر نہیں۔ وہاں عوام کو حکمرانوں کے قابل اعتراض اقدامات کے خلاف آواز بلند کرنے اور حکمرانوں پر تنقید کرنیکا حق حاصل نہیں ہے۔ اس لئے ایسے حکمرانوں کو بھی بڑی حد تک یا مسلط حکمران ہی کہا جائے گا۔ مثلاً سعودی عرب، قطر، بحرین، متحدہ عرب امارات میں اسی طرح کے حکمران برسرِ اقتدار ہیں۔

ماحصل

اوپر بیان کردہ قرآنی آیات، احادیث مبارکہ، اقوالِ فقہاء اور مختلف تاریخی نظائر کے حوالے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ متغلب حکمران کی اطاعت سے روگردانی نہیں کی جائے گی، اگر

۱۔ وہ شریعتِ اسلامیہ پر کاربند رہے۔

۲۔ وہ لوگوں کو امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کرتا رہے۔

۳۔ وہ عوام میں مقبول ہو جائے اور لوگ اسے پسند کرنے لگ جائیں۔

۴۔ صریح کفر کا ارتکاب نہ کرے۔

۵۔ اس کے خلاف خروج سے حتی الامکان اجتناب کیا جائے گا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے :

۱۔ لوگوں کا ناحق خون بہے گا۔

۲۔ ملک میں بدامنی پھیلے گی۔

۳۔ ملک معاشرتی اور معاشی طور پر پس ماندہ ہو جائے گا۔

۴۔ بدامنی کی وجہ سے دشمن کو ملک پر حملہ آور ہونے اور غلبہ پانے کا موقع ملے گا۔

مسلط حکمران کے خلاف خروج جائز ہو گا۔اگر :

ا۔ وہ خلافِ شریعت امور بجالائے۔

۲۔ وہ خلاف شریعت امور کا حکم دے۔

۳۔ وہ عقلی حوالے سے حکومت کے معاملات چلانے کے قابل نہ رہے۔

۴۔ اس میں کوئی ایسا جسمانی نقص پیدا ہو جائے جس سے امور حکومت چلانا ممکن نہ رہے(۶۵)

حوالہ جات

۱۔ ماوردی' الاحکام السلطانیہ' ص ۳

۲۔ ابو یعلی' الاحکام السلطانیہ' ص ۳

۳۔ ابن تیمیہ' السیاسۃ الشرعیہ (اردو ترجمہ)' ص ۲۸۷

۴۔ ابن خلدون' مقدمہ تاریخ ابن خلدون' ج ۱' ص ۳۵۳

۵۔ ایضاً ایضاً ص ۳۵۴

۶۔ ایضاً ایضاً ص ۴۴۴

۷۔ ابن عابدین' مجموعہ رسائل ج ۱ ص ۱۱ :۵

۸۔ القرآن' الاعراف ۷ :۳۹

۹۔ القرآن' الانبیاء ۲۱ :۱۰۵

۱۰۔ القرآن' البقرہ ۲ :۳۰

۱۱۔ القرآن' الانعام ۶ :۱۶۶

۱۲۔ القرآن' النور ۲۴ :۵۵

۱۳۔ القرآن' الحج' ۲۲ :۴۱

۱۴۔ القرآن' البقرہ ۲ :۲۴۷

۱۵۔ القرآن' النساء ۴ :۵۹

۱۶۔ البخاری' الجامع الصحیح' ج ۴' ص ۱۵۵' کتاب بدالخلق' باب مناقب قریش

۱۷۔ ایضاً

۱۸۔ المسلم' الجامع الصحیح' ج ۲' ص ۱۲۴' کتاب الامارۃ' باب وجوب طاعۃ الامراء فی غیر معصیۃ

۱۹۔ البخاری' الجامع الصحیح' ج ۸' ص ۱۰۵' کتاب الاحکام باب السمع والطاعہ

۲۰۔ ابو داؤد' سنن ابی داؤد' ج ۴' ص ۲۱۱' کتاب السنۃ' باب ما قیل فی الخلفاء

۲۱۔ ایضاً ایضاً' ص ۲۰۱' کتاب السنۃ' باب فی الزوم السنۃ

۲۲۔ ابن کثیر' البدایہ والنہایہ' ج ۹' ص ۲۶۶ مترجم۔

۲۳۔ شاہ ولی اللہ' ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء' ج ۱' ص ۳۶

۲۴۔ ایضاً ایضاً ج ۱' ص ۳۴ تا ۴۴

۲۵۔ ایضاً ایضاً ج ۱' ص ۲۵

۲۶۔ ایضاً ایضاً ج ۱، ص ۱۳

۲۷۔ ماوردی، الاحکام السلطانیہ، ص ۶۷

۲۸۔ شاہ ولی اللہ، ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، ج ۱، ص ۲۵

۲۹۔ ماوردی، الاحکام السلطانیہ، ص ۶۲

۳۰۔ ایضاً ایضاً ص ۶۲

۳۱۔ ایضاً ایضاً ص ۶۳

۳۲۔ ایضاً ایضاً ص ۶۳

۳۳۔ ایضاً ایضاً ص ۶۹

۳۴۔ شاہ اسماعیل، منصب امامت، ص ۱۵۷

۳۵۔ ایضاً ایضاً ص ۱۵۷

۳۶۔ ایضاً ایضاً ص ۱۵۹

۳۷۔ المسلم، الجامع الصحیح، ج ۲، ص ۱۲۸، کتاب الامارۃ، باب وجوب الانکار علی الامراء فیما یخالف الشرع

۳۸۔ البخاری، الجامع الصحیح، ج ۸، ص ۸۷، کتاب الفتن، باب قول النبی سترون بعدی

۳۹۔ ایضاً ص ۱۲۳، کتاب الاحکام، باب کیف یبایع الامام الناس

۴۰۔ المسلم، ج ۲، ص ۱۲۵، کتاب الامارۃ، باب وجوب طاعۃ الامراء فی غیر معصیۃ

۴۱۔ ابو داؤد، سنن ابی داؤد، ج ۴، ص ۱۰۲، کتاب الفتنۃ۔ باب النہی عن السعی فی الفتنۃ

۴۲۔ ایضاً ایضاً ج ۴، ص ۹۵، کتاب الفتن، باب ذکر الفتن ودلائلھا

۴۳۔ السرخسی، المبسوط، ج ۱، ص ۱۲۴

۴۴۔ ابن تیمیہ، منہاج السنۃ النبوۃ، ج ۲، ص ۸۵

۴۵۔ ابو زہرہ، حیات احمد بن حنبل، ص ۲۴۶

۴۶۔ محمد اسحاق صدیقی، اسلام کا سیاسی نظام، ص ۱۴۸، ۱۴۹

۴۷۔ ابن خلدون، مقدمہ تاریخ ابن خلدون، ج ۲، ص ۲۴

۴۸۔ ایضاً ایضاً ص ۲۹

۴۹۔ ایضاً ایضاً ص ۲۹

۵۰۔ سعید اکبر آبادی، مسلمانوں کا عروج وزوال، ص ۵۳

۵۱۔ ایضاً ایضاً ایضاً

۵۲۔ القرآن، النحل، ۱۶: ۹۹

۵۳۔ ایضاً، الرحمٰن، ۵۵ : ۳۳

۵۴۔ ایضاً، الصفت ۳۷ : ۳۰

۵۵۔ ابو داؤد، سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۲۲۹، کتاب النکاح، باب فی الولی

۵۶۔ ایضاً ایضاً ج ۴، ص ۱۲۴، کتاب الملاحم، باب الامر والنھی

۵۷۔ الدارمی، سنن الدارمی، ج ۲، ص ۴۵، کتاب المناسک، باب من مات ولم یحج

۵۸۔ ابن خلدون، مقدمہ تاریخ ابن خلدون، ج ۲، ص ۱۵۷

۵۹۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۱۱، ص ۱۵۷

۶۰۔ ماوردی، الاحکام السلطانیہ، ص ۶۷

۶۱۔ ایضاً ایضاً ص ۶۸

۶۲۔ ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، ج ۴، ص ۱۷۷

۶۳۔ ایضاً ایضاً ص ۱۸۱

۶۴۔ اکبر شاہ نجیب آبادی، تاریخ اسلام، ج ۲، ص ۴۵۸

۶۵۔ ماوردی، الاحکام السلطانیہ، ص ۳۱ تا ۳۳